محمد آصف ہارون☆
[قسط:۳ آخری]

ڈاکٹر طاہر القادری کا تصوّرِ بدعت

[’بدعتِ حسنہ‘ کے جواز پر دیئے گئے دلائل کا جائزہ]

تیسری دلیل

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں:

”خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط فقال:إنى أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبى بن كعب ثم خرجت معه ليلة أخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر: نعم البدعة هذه والتى ينامون عنها أفضل من التى يقومون يريد آخر اليل وكان الناس يقومون أوله“

”میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ پس آپ نے حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے اس سے بہتر وہ حصہ ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں مراد رات کا آخری حصہ تھا جبکہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔“

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

اس روایت میں سیدنا عمر فاروقؓ نے خود"نعم البدعة هذه" فرما کر بدعت کی تقسیم فرما دی اور یہ ثابت کر دیا کہ ہر بدعت، بدعت سیئہ نہیں ہوتی بلکہ بے شمار بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں وگرنہ آج تک اُمت مسلمہ کے جو افراد رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں مساجد میں نمازِ تراویح کی صورت میں اکٹھے ہوکر قرآن سنتے ہیں یہ بھی ناجائز ہوتا مگر ہمیشہ یہ امر مستحسن رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم مبنی برحدیث ہے یہ محض قیاسی تقسیم نہیں بلکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول پر قائم ہے۔" [لفظ بدعت کا اطلاق، ص۵۳، میلاد النبیؐ، ص۷۲۴]

مذکورہ روایت سے حسب ذیل وجوہات کی بنا پر "بدعت حسنہ" کا جواز نہیں پکڑ جا سکتا۔

(۱) نماز تراویح حدیث رسول ﷺ سے ثابت و مشروع ہے جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أن النبی ﷺ أحیا بالناس لیلة فی رمضان صلی ثمان رکعات وأوتر"

[المعجم الصغير للطبراني:۱/۱۹۰]

"بے شک نبی ﷺ نے رمضان المبارک کی ایک رات لوگوں کو بیدار کیا، پھر آٹھ رکعات نماز تراویح پڑھائی اور وتر ادا کیا۔"

نماز تراویح کو جماعت سے ادا کرنا بھی مشروع و مسنون ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو تین رات نماز تراویح پڑھائی بعدازاں فرض ہونے کے خوف سے آپؐ نے اس کو ترک کر دیا جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مرقوم ہے۔

«...... وَلٰكِنِّیْ خَشِيْتُ أَنْ تفْرُضَ عَلَيْكُمْ، فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا»

[صحيح البخاري:۲۰۱۲]

"لیکن میں ڈرتا ہوں کہ (نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا) تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کو ادا کرنے سے عاجز آجاؤ۔"

لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو نماز تراویح کا جماعت کے ساتھ فرضیت کا عارضہ اور مانع ختم ہو گیا پس اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت رسول ﷺ ٹھہرا۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ ﷺ نے سنت کے مطابق گیارہ رکعت نماز تراویح ادا کرنے کا حکم دیا اور اس سنت کو جاری کیا اور زندہ کیا۔

جب یہ بالکل واضح ہے کہ عمر بن خطابؓ کا فعل سنت کے مطابق تھا بدعت نہیں تھا پھر آپ نے جو "نعم البدعة هذه" کہا اس کا کیا معنی ہوگا، اس کا جواب أئمہ کرام اور سلف صالحین نے یہ دیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول کو لغوی معنی پر محمول کیا جائے گا اس لئے کہ نماز تراویح باجماعت نہ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ادا کی گئی اور نہ ہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے اوائل میں ادا کی گئی اس لحاظ سے یہ لغوی بدعت ہوگی یعنی جس کی سابقہ مثال نہ تھی لیکن اس کو شرعی بدعت اس لئے نہیں کہیں گے کہ یہ عمل سنت رسول سے قولاً وفعلاً ثابت ہے۔

◉ إمام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا الذی فعله سنة لكنه قال نعمة البدعة هذه من حيث المعنى اللغوى لكونهم لم يفعلونه فى حياة الرسول ﷺ يعنى من الإجتماع على مثل هذه وهى سنة من الشريعة". [فتاویٰ ابن تيمية:۳۲۲/۲۲]

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سنت ہے لیکن انہوں نے جو "نعمت البدعة هذه" کہا ہے وہ لغوی معنی کے اعتبار سے کہا ہے کیونکہ اُن کا یہ فعل (نماز تراویح پر اجماع) حیات رسولؐ میں نہ تھا اور درحقیقت یہ مشروع طریقہ ہے۔''

◉ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"وأما قول عمر: "نعمت البدعة هذه" فأكثر المحتجين بهذا: لو أردنا أن نثبت حكما بقول عمر الذی لم يخالف فيه لقالوا: قول الصاحب ليس بحجة، فكيف يكون حجة لهم فى خلاف قول رسول الله ﷺ ومن اعتقد أن قول الصاحب حجة فلا يعتقده إذا خالف الحديث، فعلى التقديرين: لا تصلح معارضة الحديث بقول الصاحب نعم، يجوز تخصيص عموم الحديث بقول الصاحب الذی لم يخالف، على إحدى الروايتين فيفيدهم هذا حسن تلك البدعة أما غيرها فلا، ثم نقول: أكثر ما فى هذا تسمية عمر تلك بدعة مع حسنها وهذه تسمية لغوية لا تسمية شرعية وذلك أن البدعة فى اللغة تعم كل ما فعل ابتداء من غير مثال سابق و أما البدعة الشرعية:

فما لم يدل عليه دليل شرعی" [اقتضاء الصراط المستقیم:۹۵/۲]

''اور جو عمر بن خطابؓ کا قول "نعمت البدعة هذه" ہے اس سے حجت پکڑنے والوں کی کثرت کا یہ حال ہے کہ جب ہم عمر بن خطابؓ کے ایسے قول سے کوئی حکم ثابت کرتے ہیں جس میں مخالفت کی گنجائش نہیں ہوتی تو فوراً کہتے ہیں: قول صحابی حجت نہیں ہے پھر اُن کے لئے قول صحابی کیسے حجت ہوسکتا ہے جب وہ قول رسولؐ کے خلاف ہو اور جس کا یہ اعتقاد ہے کہ قول صحابی حجت ہے اس کا یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ جب وہ (قول) حدیث رسولؐ کی مخالفت میں ہو (بلکہ وہی قول صحابی حجت ہے جو حدیث رسولؐ کی موافقت میں ہو) لہٰذا قول صحابی کے ساتھ حدیث کی معارضت درست نہیں ہے، ہاں دو روایات میں سے ایک کی بنا پر ایسے قول صحابی کے ساتھ عموم حدیث کی تخصیص ہوسکتی ہے جو حدیث کی مخالفت میں نہ ہو۔ پس اس وقت وہ قول صرف اسی بدعت کے حسنہ ہونے کا فائدہ دے گا اور جو اس کے علاوہ بدعات ہوں گی (وہ سب سیئہ ہوں گی) وہ حسنہ نہیں ہوں گی۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ کا نماز تراویح کو بدعت حسنہ کا نام دینے کے بارے میں اکثر یہی کہا گیا ہے یہ لغوی نام ہے نہ کہ شرعی نام ہے وہ اس لئے کہ لغت میں بدعت ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی سابقہ مثال کے بغیر کیا جائے اور بدعت شرعیہ وہ ہے جس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرے۔''

چنانچہ معلوم ہوا کہ "نعمت البدعة هذه" باجماعت نماز تراویح کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ "هذه" ضمیر سے پتہ چل رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باجماعت نماز تراویح ایک اچھی چیز ہے کیونکہ وہ مشروع ہے لہٰذا اس قول سے مروجہ بدعات کو حسنہ ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ مروجہ بدعات غیر مشروع اور بے اصل ہیں۔

◉ اسی طرح امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأما ما وقع فی كلام السلف من استحسان بعض البدع فإنما ذلك فی البدع اللغوية لا الشرعية فمن ذلك قول عمرؓ "نعمت البدعة هذه" و مراده:أن هذا الفعل لم يكن على هذا الوجه قبل هذا الوقت ولكن له أصل فی الشريعة يرجع إليها"

[إيقاظ الهمم المنتقى من جامع العلوم والحكم،ص۴۰۲]

''سلف صالحین کی کلام میں جو بعض بدعات کی تحسین واقع ہے تو وہ بدعات لغویہ کے بارے میں ہے نہ کہ شرعیہ کے بارے میں اور ان میں سے عمر بن خطابؓ کا قول "نعمت البدعة هذه" ہے اور ان کی مراد یہ تھی کہ یہ فعل اس صورت میں اس وقت سے پہلے نہیں تھا لیکن شریعت میں اس کی اصل موجود تھی جس کی طرف وہ راجع تھا۔''

◉ مزید براں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"البدعة على قسمين تارة تكون بدعة شرعية لقوله ﷺ «فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» وتارة تكون بدعة لغوية لقوله أمير المؤمنين عمر بن الخطاب عن جمعه إياهم على صلاة التراويح واستمرارهم: "نعمت البدعة هذه" [تفسير القرآن العظيم:١/١٦٦]

''بدعت دو طرح کی ہوتی ہے کبھی بدعت شرعی ہوتی ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے «فإن كل محدثة، بدعة و كل بدعة ضلالة» (دین) میں ہر محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور کبھی لغوی بدعت ہوتی ہے جیسے امیر المومنین عمر بن خطابؓ کا قول "نعمت البدعة هذه" ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا صحابہ کو نمازِ تراویح پر جمع کرنا اور پھر صحابہ کا اس پر استمرار کرنا'' اس اعتبار سے اس کو بدعت کہہ دیا گیا ہے اور نماز تراویح ہونے کے ناطے اس کو 'نعمت' کہا گیا ہے۔

◉ چنانچہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إنما سمّاها بدعة باعتبار ظاهر الحال من حيث تركها رسول الله ﷺ واتفق أن لم تقع في زمان أبي بكر لا أنها بدعة في المعنى، فمن سمّاها بدعة بهذا لإعتبار فلا بشاحة في الأسامي و عند ذلك فلا يجوز أن يستدل بها على جواز الإبتداع بالمعنى المتكلم فيه؟ لأنه نوع من تحريف الكلم عن مواضعه" [الإعتصام:١/١٩٥]

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے باجماعت نمازِ تراویح کے بارے میں ظاہری حالت کے اعتبار سے بدعت کہا ہے اس لئے کہ باجماعت نماز تراویح کو (فرضیت کے خوف) سے رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دیا تھا اور اس پر بھی اتفاق ہے یہ ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں واقع نہیں ہوئی۔ لیکن اس کو معنوی بدعت نہیں کہیں گے پس جس شخص نے اس اعتبار سے بدعت کہہ لیا تو ناموں

میں کوئی اختلاف نہیں لیکن اس سے بدعات کے جواز پر معنی متکلم کے ساتھ استدلال کرنا جائز نہیں اس لئے کہ بدعات، کلمات کو ان کے مقامات و مواضع سے تحریف کرنے کے مترادف متصور ہوں گی۔'' اس بات کا اعتراف ڈاکٹر صاحب بھی کرتے ہیں، وجہ یہی تھی کہ یہ کام اپنی ظاہری حالت اور ہیئت کے حوالے سے تو نیا تھا جسے حضور ﷺ نے دوام کے ساتھ اختیار نہیں فرمایا تھا اس لئے 'بدعۃ' کہا۔ [لفظ بدعت کا اطلاق، ص۱۴۸]

◉ اسی طرح شیخ موصلی حنفی (۶۸۳ھ) امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"سألت أبا حنيفة عن التراويح وما فعله عمر فقال التراويح سنة مؤكده ولم يخترعه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به إلا عن أصل يديه وعهد من رسول الله!" [الإختيار لتعليل المختار:۶۱/۱]

''میں نے امام ابو حنیفہؒ سے حضرت عمرؓ اور تراویح کے فعل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا اور نہ وہ کوئی بدعت ایجاد کرنے والے تھے انہوں نے جو کچھ حکم دیا وہ کسی اصل کی بناء پر تھا جو ان کے پاس موجود تھی اور رسول اللہ ﷺ کے کسی عہد پر مبنی تھا۔''

◉ شارح مشکوٰۃ مولانا نواب قطب الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ جو کچھ خلفائے راشدین نے کیا سنت ہے پس بدعت کے معنی یہاں باعتبار لغت کے ہیں نہ کہ اصطلاح فقہاء کے۔'' [مظاہر حق:۴۰۲/۱]

◉ سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''شرعی اصطلاح میں جس چیز کو بدعت کہتے ہیں اس کی کوئی قسم حسنہ نہیں ہے بلکہ ہر بدعت سیئہ اور ضلالہ ہی ہے جیسا کہ حدیث میں اِرشادِ نبوی ہے: «کل بدعة ضلالة» البتہ لغوی اعتبار سے محض نئی بات کے معنی میں بدعت حسنہ بھی ہوسکتی ہے اور بدعت سیئہ بھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح باجماعت کے بارے میں نعمت البدعة هذه کے الفاظ جو فرمائے تھے ان میں بدعت سے مراد اصطلاحی بدعت نہیں بلکہ لغوی بدعت ہی ہوسکتی ہے اس لئے اسے بدعت کی ایک قسم ''حسنہ'' قرار دینے کے لئے دلیل نہیں بنایا جاسکتا...... اس لئے حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے اس منشاء کو پورا کردیا جو آپ کی اس توجیہ میں مضمر تھا یعنی یہ کہ یہ طریقہ رائج تو ہو مگر مشروع اور مسنون طریقہ کی حیثیت سے، نہ کہ فرض کی حیثیت سے، اس

پر بعض لوگوں کو جب بدعت ہونے کا شبہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر اسے ردّ کیا کہ ''یہ اچھی بدعت ہے'' یعنی یہ نئی بات تو ہے مگر اس نوعیت کی نئی بات نہیں ہے جسے شریعت میں مذموم قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہؓ نے بالاتفاق اس طریقہ کے رواج کو قبول کیا اور ان کے بعد ساری امت اس پر عمل کرتی رہی ورنہ کوئی یہ تصور کرسکتا ہے کہ شرعی اصطلاح میں جس چیز کو بدعت کہتے ہیں اسے رائج کرنے کا ارادہ حضرت عمرؓ کے دل میں پیدا ہوتا اور صحابہ کی پوری جماعت بھی آنکھیں بند کرکے اسے قبول کرلیتی۔''

[ماہنامہ ترجمان القرآن، ص۹۹، ۱۰۳، اکتوبر، نومبر ۱۹۵۷ء]

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ واضح ہے کہ حقیقت ڈاکٹر صاحب کے تصورِ بدعت کے برعکس ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول کو ایسے محل پر محمول کیا جائے گا جس سے ''کل بدعة ضلالة'' سے معارضت ومخالفت لازم نہ آئے اور وہ محل یہ ہے کہ یہاں ''بدعت'' لغوی معنی میں مراد لی جائے گی اور یہی کبار آئمہ کا موقف ہے اور جو لوگ سیدنا عمرؓ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر اپنی مروجہ بدعات کو 'حسنہ' کا لیبل دے کر ان کی ترویج وتشہیر چاہتے ہیں وہ درحقیقت ان حضرات گرامی پر بہت بڑا بہتان باندھتے ہیں اور یہ کہتے نہیں ڈرتے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام بھی بدعتی تھے۔ العیاذ باللہ

④ اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول ''نعمت البدعة هذه'' سے بدعت حسنہ کا جواز ملتا ہے تو تب بھی یہ بات ناقابل تسلیم ہے اس لئے کہ پھر نبی کریم ﷺ کی حدیث «کل بدعة ضلالة» سے اس قول کی معارضت لازم آئے گی اور یہ کسی لحاظ سے بھی جائز نہیں کہ کلام رسول اللہ ﷺ سے کسی دوسرے کی کلام کا معارضہ کیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''یوشك أن تنزل علیکم حجارة من السماء أقول: قال رسول الله ﷺ وتقولون: قال ابوبکر و عمر'' [اعلام الموقعین: ۲/۲۸۲]

''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نازل ہوجائے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔''

◉ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أجمع المسلمون علی أن من استبان له سنة رسول اللهﷺ لم يحل له أن يدعها لقول أحد" [اعلام الموقعین:۲/۲۸۲]

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کے لئے سنت رسولؐ واضح ہو جائے پھر اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی کے قول کی وجہ سے سنت رسول کو چھوڑ دے۔''

لہٰذا ڈاکٹر صاحب کو چاہیے کہ وہ سنت رسول ﷺ کے سامنے سر جھکا دیں اور خلیفہ راشد کے قول سے اپنی من مانی تعبیر کر کے حدیث رسول ﷺ کی تردید مت کریں۔

◉ چنانچہ امام اہل السنہ والجماعۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من ردّ حديث النبيﷺ فهو على شفا هلكة"

[طبقات الحنابلة:۲/۱۵، الإبانة:۱/۲۶۰]

''جس نے نبی ﷺ کی حدیث کو ردّ کر دیا پس وہ ہلاکت و بربادی کے دہانے پر کھڑا ہے۔''

بہرحال ہم تو اس بات کے متمنی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی سے بچائیں اور قول عمر بن خطابؓ سے بدعت حسنہ کا جواز پیدا کرنے کے بجائے حدیث رسولؐ کے سامنے گردن جھکا دیں۔ اس میں ہی ہم سب کی کامیابی مضمر ہے۔

③ اگر اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے قول: "نعمت البدعة هذه" سے بدعت حسنہ کا جواز پیدا کرنے پر مصر ہیں تو پھر ڈاکٹر صاحب سے صرف اتنا پوچھنا چاہیں گے کہ آپ جلیل القدر صحابی عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے قول سے تو بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال کر رہے ہیں، لیکن ان کے جلیل القدر بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول فیصل "كل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسنة" کو کیوں پس پشت ڈال رہے ہیں حالانکہ یہاں 'حسنة' کے الفاظ بالکل صریح ہیں۔ أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض۔

④ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا باجماعت نمازِ تراویح کا اجراء کوئی نیا عمل نہیں تھا بلکہ وہ قولاً وفعلاً سنت رسول ﷺ سے ثابت تھا، اس کے باوجود اگر ڈاکٹر

صاحب بدعت حسنہ کے جواز کا فتویٰ صادر کریں گے تو ان کو اپنی تمام بدعات جن کو وہ حسنہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ حسنہ ہیں نہیں ان کو قولاً وفعلاً سنت رسولؐ سے ثابت کرنا پڑے گا بصورت دیگر بدعت حسنہ کے تصور کو ترک کرنا پڑے گا۔

قارئین کرام!

جن دلائل کا جائزہ ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے یہ وہ دلائل تھے جو ڈاکٹر صاحب کے نزدیک بدعت حسنہ کے جواز پر بنیادی واَساسی حیثیت کے حامل تھے باقی دلائل کی حیثیت ثانوی سی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مذکورہ دلائل پر ہی باریک بینی سے تفکر و تدبر کرلیا جائے تو باقی دلائل کی حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

آخر میں ہم ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاء و معتقدین سے یہی کہیں گے کہ ہوسکتا ہے ہماری تحقیق و جائزہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے معتقدین کے لئے گراں باری خاطر کا باعث ہو، لیکن حق بہرحال حق ہے اور اس کی قیمت کا تقاضا یہی ہے کہ اسے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر برملا ظاہر کردیا جائے ہم میں سے ہر شخص کو ایک دن اس عدالت میں پیش ہونا ہے جہاں ہمارے وجود کا باطن ہمارے ظاہر سے زیادہ برہنہ ہوگا اور خود ہمارا وجود بھی صاف انکار کردے گا کہ وہ اسے چھپائے۔ ہماری زبان اس روز بھی معنی و مفہوم کو لفظوں کا جامہ پہنا سکے گی، لیکن اس دن یہ جامہ کسی معنی کو چھپانے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے گا ہمارے ہاتھ اور پاؤں اس روز بھی ہمارے وجود کا حصہ ہوں گے، لیکن ہمارے ہر حکم کی تعمیل سے قاصر ہو جائیں گے۔ حقیقت اپنی آخری حد تک بے نقاب ہو جائے گی اور ہم میں سے کوئی شخص اس روز اسے کسی تاویل اور توجیہہ کے پردوں میں چھپا نہ سکے گا اس سے پہلے کہ انتہائی عجز اور انتہائی بے بسی کا یہ عالم ہمارے لئے پیدا ہو جائے، بہتر یہی ہے کہ ہم حق اور صرف حق کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیں۔

…………*